# جمع و تدوینِ قرآن مجید اور مستشرقین

جناب محمد عارف اعظمی، عمری صاحب

حال ہی میں مستشرقین کی مرتب کردہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام جلد پنجم کا دوسرا ایڈیشن منظرِ عام پر آیا ہے۔ یہ انگریزی اور فرنچ دونوں زبانوں میں ہے، اس ضخیم کتاب میں "قرآن" کے عنوان کے تحت مستشرق ولش کا ایک مفصل مضمون شامل ہے، جس میں اس نے وہ سب اعتراضات یکجا کر دیئے ہیں جو تقریباً دو صدیوں سے چلے آرہے ہیں۔

**عہدِ نبویؐ میں جمع و ترتیب کی کیفیت**

جمع و تدوینِ قرآن کو مستشرقین نے خاص طور پر اپنے اعتراض کا نشانہ بنایا ہے، جس کا اصلی اور بنیادی مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید کے متن کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کر دیں۔ اس سلسلے میں ان کا پہلا اعتراض یہ ہے کہ پورا قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مدون نہیں ہوا۔ پھر وہ اس بے بنیاد اعتراض کا جواب بھی اپنے ہی مفروضات و قیاسات کی روشنی میں ڈھونڈتے ہیں۔ چنانچہ بعض کے نزدیک کاتبینِ وحی کی کمی سے ایسا ہوا اور بعض مستشرقین نے تو اس کی یہ مضحکہ خیز توجیہ کی ہے کہ "چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قربِ قیامت کا حد درجہ شدید احساس تھا۔ اور آپؐ جانتے تھے کہ یہ تمام علوم قیامت آنے کے ساتھ ہی فنا ہو جائیں گے۔ اس لیے آپؐ نے قرآن مجید کو جمع کرنے کی ضرورت پر سرے سے زور ہی نہیں دیا۔"

دراصل مستشرقین کی یہ دونوں باتیں لغو اور حقیقت کے برعکس ہیں، ان کا یہ کہنا کہ کاتبانِ وحی کی قلتِ تعداد اس میں مانع ہوئی۔ ان کے مطالعہ اور غور و فکر کی کمی کا نتیجہ

ہے، مختلف روایتوں کے مطابق کاتبینِ وحی کی تعداد بیالیس ۴۲ تھی۔ چالیس کا اعتراف تو خود مستشرق بلاشیر نے کیا ہے، نزولِ قرآن کے زمانہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کاتبین کے ذریعہ نازل شدہ قرآن مجید کا املا کراتے تھے اور خود آپؐ ان آیتوں کے محل و مقام کو بھی متعین فرما دیتے تھے، جیسا کہ حضرت زیدؓ بن ثابت کے اس ارشاد سے بخوبی واضح ہوتا ہے۔

کنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نؤلف القرآن من الرقاع۔

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مختلف ٹکڑوں سے قرآن مجید کو مرتب کرتے تھے۔

اسی طرح مستشرق کازانوف کا یہ خیال کہ قربِ قیامت کی شدتِ احساس کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کو مدون کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی، مسلمان دانشوروں سے پہلے خود مستشرقین کے طبقہ میں رد کیا جا چکا ہے، چنانچہ بلاشیر نے اس پر سخت تنقید کرتے ہوئے یہ تبصرہ کیا ہے:

"کازانوف کی اس رائے کا نہ تو علمی حلقوں میں کوئی وزن ہے اور نہ ہی اس کا علم سے کوئی تعلق ہے"۔

تاہم بلاشیر نے اس کی تردید میں اپنے خود ساختہ خیالات کی ترجمانی کی ہے جو اسلامی نقطہ نظر سے غلط ہے، وہ لکھتے ہیں:

"یومِ آخرت کا اندازا ور دھمکی صرف مکی دور تک محدود تھی۔ مدنی عہد میں جو اسلامی شریعت کی ترقی کا دور تھا، یہ چیز مفقود ہے"۔

کازانوف کے اس غیر علمی خیال کی سب سے عمدہ تردید فرانس کے ایک مسلمان مصنف ناصر الدین دینیہ نے اپنی کتاب "الشرق فی نظر الغرب" میں کی ہے۔

علمائے اسلام نے عہدِ نبویؐ میں قرآن مجید کے مدون نہ ہونے کے اسباب و وجوہ پر مفصل بحث و گفتگو کی ہے۔ ان کے خیال میں اس کا بنیادی سبب یہ ہے

کہ چونکہ قرآن وقتاً فوقتاً تئیس برس کی مدت میں نازل ہوتا رہا۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تردد لاحق رہتا تھا کہ معلوم نہیں کہ کب کونسی آیت نازل ہو اور کون سی منسوخ ہو جائے۔ یا کسی آیت کا حکم تو برقرار رہے، مگر اس کی تلاوت منسوخ کر دی جائے تاہم یہ امر واقعہ تھا کہ پورا قرآن مجید عہد نبوی میں ہی لکھا جا چکا تھا۔ گو وہ ایک مصحف میں بین الدفتین جمع نہ تھا، بلکہ وہ متفرق کاغذ کے پرزوں اور دوسری چیزوں پہ لکھا ہوا تھا۔ علاوہ ازیں وہ صحابہ کرام رضؓ کے سینوں میں بھی محفوظ تھا، جن کا حافظہ نہایت قوی تھا۔ عربوں کے حفظ وضبط کی غیر معمولی قوت پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے

**جمع و تدوین کا زمانہ**

مستشرقین کی جانب سے ایک سوال یہ بھی پیدا کیا جاتا ہے کہ قرآنِ مجید کا جامعِ اوّل کون تھا؟ اس بارے میں اس گروہ نے غیر معتبر روایتوں کا بھی سہارا لیا ہے، چنانچہ انسائیکلو پیڈیا کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

"ایک روایت میں ہے کہ کسی موقع پر حضرت عمر رضؓ نے کوئی آیت دریافت کی تو انہیں بتایا گیا کہ وہ فلاں صاحب کو یاد تھی جو غزوۂ یمامہ میں شہید ہو گئے، اس پر حضرت عمر رضؓ کو سخت افسوس ہوا اور انہوں نے قرآن مجید کو جمع کرنے کا حکم صادر فرمایا، چنانچہ اس امر کے بموجب سب سے پہلے قرآن مجید ایک مصحف میں جمع کیا گیا، لیکن بعض دوسری روایتوں کے مطابق حضرت ابوبکر رضؓ نے یہ کام شروع کیا تھا اور حضرت عمر رضؓ نے ان کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی اور بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضؓ ہی نے جمع قرآن کا کام انجام دیا اور حضرت عمر رضؓ نے اس کی تدوین کی۔"

حقیقت یہ ہے کہ ناقابلِ اعتبار اور متضاد روایتوں کو یکجا کر کے انہیں اپنے مفاد میں استعمال کرنے میں مستشرقین کو بڑی مہارت اور چابکدستی حاصل ہے، یہاں بھی انہوں نے متنِ قرآن کی جمع و ترتیب میں غلط فہمیاں پیدا کر کے اس کے بارے میں مسلمانوں کو شکوک و شبہات میں مبتلا کر دیتے اور اس کی تاریخی حقیقت کو مجروح کرنے

کے لیے روایتوں کے دامن میں پناہ لی ہے۔

مقالہ نگار نے حضرت عمرؓ کی جس روایت کا ذکر کیا ہے اس کو حافظ ابن حجرؒ (متوفی ۸۵۲ھ) نے منقطع قرار دیا ہے اور جن روایتوں سے اس بارے میں حضرت عمرؓ کی اولیت کا ثبوت ملتا ہے ان کے متعلق بھی حافظ ابن حجرؒ نے تصریح کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے اس کام کا مشورہ دیا تھا۔

اسی طرح مقالہ نگار کا یہ بیان کہ حضرت ابوبکرؓ نے جمع قرآن کی ابتداء کی، مگر اس کی تدوین حضرت عمرؓ کے ہاتھوں ہوئی۔ دراصل مستشرق بلاشیر کا ایک خود ساختہ خیال ہے جس کی تردید صحیح بخاری کی ایک مشہور روایت سے بھی ہوتی ہے، جس کے آخری حصہ میں حضرت زیدؓ بن ثابت کا یہ قول نقل ہوا ہے:

حتی وجدت اخر سورة التوبة مع ابی خزیمة الانصاری لم اجدها مع احد غیره (لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم)

"بالآخر مجھ کو سورۃ التوبہ کے آخر کی آیت (لقد جاءکم رسول ... الخ) حضرت ابوخزیمہ انصاریؓ کے پاس ملی جو اور کسی کے پاس نہ تھی۔"

حضرت زیدؓ بن ثابت کے اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ جمع قرآن کا کام عہد صدیقی ہی میں پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا تھا۔

**عام صحابہؓ کو نظر انداز کرنے کا الزام**

بلاشیر کے ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ جمع و تدوین قرآن کے مشورہ میں عام مسلمانوں کو شامل نہیں کیا گیا تھا، بلکہ یہ تمام تر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی ذاتی دلچسپی اور جد و جہد کا نتیجہ تھا۔ جس کو عام مسلمانوں میں بھی رائج کر دیا گیا، وہ لکھتے ہیں۔

"طبعاً مسلم معاشرہ کو وحیٔ الٰہی کے ایک مدون نسخہ کی حاجت تھی اور ظاہر ہے کہ یہ نسخہ ایسا ہی ہو سکتا تھا جو عام مسلمانوں کی رائے سے مدون کیا گیا ہوتا کہ اس کو عوامی مقبولیت حاصل ہوتی۔ حضرت ابوبکرؓ کے صحیفے اس

معیار پہ پورے نہیں اترتے، کیونکہ ان کی حیثیت حضرت ابوبکرؓ کی ذاتی ملکیت کی تھی، یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کسی کے ذہن میں یہ بات نہ تھی کہ وہ بحیثیت خلیفہ عام مسلمانوں پر اس کو لازم قرار دیں"۔

جمعِ قرآن کا بنیادی محرک بلاشیر غزوۂ یمامہ میں ستر حفاظ صحابہ کی بیک وقت شہادت کا واقعہ تھا جس کے بعد ہی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی توجہ اس اہم کام کی طرف مبذول ہوئی، مگر کیا اس کو ان دونوں بزرگوں کی ذاتی دلچسپی کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے یا اس میں عام مسلم معاشرہ کی مصلحت مضمر تھی؟ بالفرض اگر ایسا ہی ہوتا تو ان دونوں بزرگوں کے لیے عام مسلمانوں کے تعاون کے بغیر خود ہی یہ کام انجام دینا کس طرح ممکن ہوتا، سب سے بڑا تعاون تو حضرت زیدؓ بن ثابت کا تھا، جن کو جب اس کام کی زحمت دی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ:

فو الله لو کلفونی نقل جبال ما کان أثقل علی مما أمرانی به من جمع القرآن۔

"بخدا اگر وہ لوگ مجھ سے پہاڑ کا بوجھ بھی اُٹھانے کے لیے کہتے تو یہ کام میرے لیے قرآنِ کریم کو جمع کرنے کے مقابلے میں زیادہ ہلکا ہوتا"

بلاشیر نے اس بارے میں اس امر سے یہ غلط فہمی بھی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ سے پہلے ہی بعض صحابہ کرامؓ نے بھی انفرادی طور پر اس کام کو انجام دیا تھا۔ مثلاً حضرت معاذؓ بن جبل، حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت ابو درداءؓ ابن السکینؓ وغیرہ۔ (باقی)